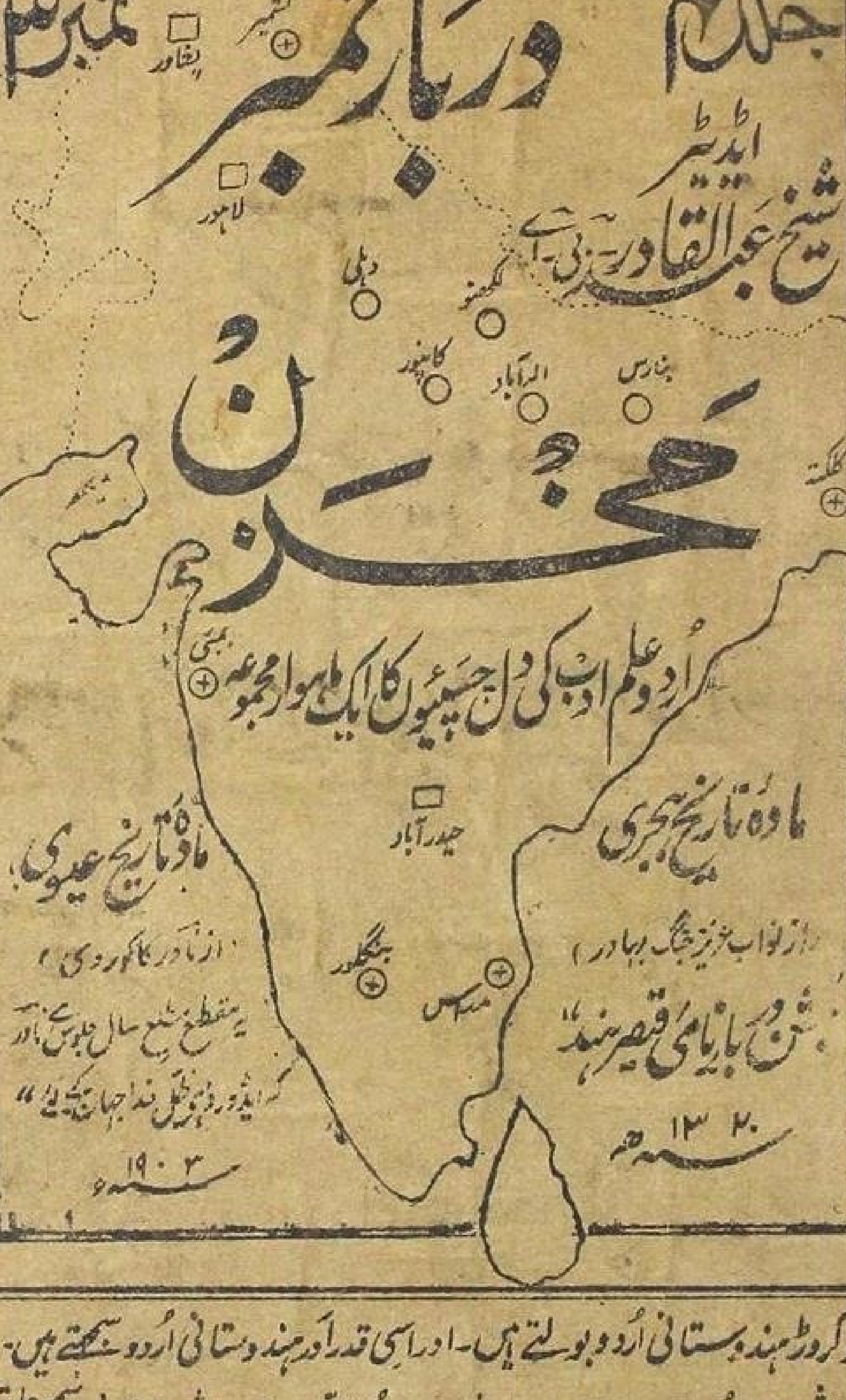
جلد ۴ — دربار نمبر — نمبر ۳

ایڈیٹر

شیخ عبد القادر بی۔ اے

مخزن

اردو علم ادب کی دلچسپیوں کا ایک ماہوار مجموعہ



مادۂ تاریخ ہجری

(از نواب عزیز جنگ بہادر)

"جشن دربار نامی قیصر ہند"

سنہ ۱۳۲۰ھ

مادۂ تاریخ عیسوی

(از نادر کاکوروی)

یہ قطعۂ شمع سال جلوس ادورڈ

"کہ ایڈورڈ ہو ظل خدا جہاں کے لئے"

سنہ ۱۹۰۳ء

نو کروڑ ہندوستانی اردو بولتے ہیں۔ اور اسی قدر اور ہندوستانی اردو سمجھتے ہیں۔

○ ان شہروں میں اردو مادری زبان ہے □ ان شہروں میں اردو مروج ہے ⊕ ان شہروں میں اردو سمجھی جاتی ہے۔

خادم التعلیم پنجاب پریس لاہور میں منشی محمد عبد العزیز کے اہتمام سے چھپا
اور شیخ عبد القادر بی۔ اے مالک و ایڈیٹر نے شائع کیا

فہرستِ مضامین

آخر وقت

حیف ! در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ہماری سُرخی دو لفظوں سے مرکب ہے۔ مگر ہائے اِنہیں دو لفظوں میں کس بلا کا درد ہے۔ کہ مطمئن دلوں کو بھی بیتاب کر دیتا ہے۔ دِل و جگر اُس کی مُہیب صُورت سے کانپ اُٹھتے ہیں۔ چاہے دِل و دماغ کتنے ہی خوشی کے پھُولوں کی خوشبو سے مست ہوں۔ مگر جب آخر وقت کا سماں آنکھوں کے تلے پھر جاتا ہے تو چونک پڑتے ہیں۔ کامیاب طالب جب اپنے دلرُبا مطلوب کو اپنے پہلو میں بٹھائے اُس کے دِلفریب حُسن کے نظارہ میں مست ہو تو یکایک "آخر وقت" اُس کی ساری خوشیوں کو غم کا پہناوا پہنا دیتا ہے۔ اور اُسے فراق کی بدصُورت مگر ڈراؤنی صُورت دِکھا دِکھا بیہوش کر دیتا ہے۔ اور غم کی تجلّی آخر وقت کے بادل میں چمکتی ہُوئی اُس کے دِل و سینہ میں کوند جاتی ہے۔ اور پھر اُسے سر اُٹھانے کا بھی موقعہ نہیں دیتی

سبزہ زار باغ اپنے شباب کے دِنوں (بہار) میں شاداب ہو رہا ہے۔ اُس کی نرم نرم شاخیں خوشی میں جنتی جوڑہ (سبز) پہنے ہُوئے جھوم رہی ہیں۔ اور گلابی رنگ گلاب پھُولا نہیں سماتا۔ چھوٹے چھوٹے نرم پودے خوشیاں منا رہے ہیں۔ چمنستان پر جان دینے والی بلبلیں ہلکے ہلکے رنگ کے پھُولوں پر جان دے رہی ہیں۔ اچانک آخر وقت (خزاں) کا ڈنکا بجا۔ سارا باغ سنسان ہو گیا۔ وُہ چمن جو ابھی ہرا بھرا تھا خشک پڑ گیا۔

حسین ہیں حُسن کی دیوی ہیں جس نے ایک بار اُنہیں سوتے میں دیکھا۔ پھر حشر تک

اُسے سونا نہیں ملا۔اب جو دیکھو تو ایک ناکامیاب نقشہ ہے جس کی آنکھوں میں وہ ادا نہیں رہی۔ بال بکھر گئیں۔ بدن میں چلبلاہٹ نہیں وہ رُوپ نہیں۔ بدن پر وہ شوخ جوڑا نہیں ع

وُہ گل اندام کہ تھا پھُولوں کا بستر جنکا
خس وخاشاک پہ اُن لوگوں کو سوتے دیکھا

بچہ ہے اپنی ماں کی گودوں میں شوق وتمنّا سے پرورش پا رہا ہے۔ ماں بھی اُسے اپنے سینہ میں بڑی اُمّیدوں اور پیاروں کے ساتھ لپٹائے ہے کبھی مُسکرا مُسکرا کہتی ہے "ہماری آنکھوں کا تارا بیٹا ہمارا پیارا بیٹا ہے۔ بڑا ہوگا ہمارا قوّتِ بازو ہوگا۔ کبھی ہنسکے کہتی ہے ہمارا دولارا بچّہ جوان ہوگا اُسے بیاہینگے گھر میں بہُو لائینگے۔ دُولا نازوں کا پالا بچّہ بڑھا اور جوان ہوُا سب کُنبہ والوں کی آنکھیں بڑھی چڑھی اُمّیدوں کے ساتھ اُس کی طرف اُٹھ گئیں۔ مگر جوان کا یہ حال تھا کہ وُہ اپنی جوانی کے نشہ میں چُور آنکھیں مخمورِ شباب کی اُمنگ۔ اِس نازک زمانہ میں اس پر جُون بھی نہ رینگی۔ وُہ یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ ہم کدھر کو جارہے ہیں اور کدھر جانے کو ہیں۔ ہمارا کیا حال ہے ہم کاہے کو یہاں آئے۔ بلکہ وُہ دُنیا کی دلفریب چیزوں اور نیچر کے دِل کش سین پر متوالا تھا۔ اپنی ہمّت بڑھائے وُہ اس خوف زدہ راستہ اور دشوار گذار پہاڑیوں کو قطع کر رہا تھا۔ دُنیا اسے تھپک تھپک کے میٹھی نیند میں سلا رہی تھی ہمارا نوجوان اپنے شباب کی مُبارک ذات سے بڑی بڑی اُمّیدیں رکھتا تھا اور بڑی بڑی آرزوئیں کرتا تھا۔ یکایک "آخروقت" نے اپنا زور آور پنجہ بڑھایا۔ مدہوش نوجوان نے آنکھیں کھولیں۔ چونکا۔ سمجھا ہم کوَن ہیں۔ کہاں آئے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا تھا۔ اب کیا تھا کفِ افسوس ملنے لگا۔ اپنی پہلی غفلت پر آٹھ آٹھ آنسو رویا مگر بے سُود ناامیدیوں نے اپنا پرا جمایا۔ ناکامیابیوں نے دھاوا کیا۔ ساری آزاد چوکڑی بھُول گئے۔ اُس وقت وُہ اپنی حالتوں سے عبرت حاصل کرکے یُوں کہتا ہے۔

"او دُنیا کے ظاہری لباس پر مغرور ہو جانے والو! او نشۂ جوانی میں چور ہو جانے والو! آؤ آؤ ہماری عبرت خیز حالت سے سبق حاصل کرو دیکھو! دیکھو!! اتنے مدہوش نہ ہو جاؤ! ابھی سے سنبھلو تاکہ تم پر اچانک اور ناگہانی آفت کی برق نہ گر پڑے اور ایسا نہ ہو کہ ہماری طرح تمہیں بھی افسوس ایک دن کرنا پڑے۔ اچھا ہو جو اُس وقت کے آنے کے قبل تم سفر کے لئے مستعد ہو جاؤ"+

سیّد سلیمان بہاری

معرفت

جُزو میں کُل میں اے خدا ہے تُو	چشمِ انسان میں ضیا ہے تُو
موسمِ گل ہے گر چمن تیرا	ہر گل و خار میں چھپا ہے تُو
آ کے سبزے میں سبزپوش ہوا	پھُول میں بنکے بُو بسا ہے تُو
لب پہ غنچہ کے تو ہے مُہرِ سکُوت	مُنہ میں بُلبل کے خوش نوا ہے تُو
تجھ سے رُخسارِ گُل ہوا صیقل	گھر میں گلنار کے دیا ہے تُو
دیدۂ گُل سے ہے غنچۂ دل وا	کیونکہ ہر گل میں ہنس رہا ہے تُو
بھرا دامنِ دشت پھولوں سے	منبع و مصدرِ عطا ہے تُو
واقفِ رازِ عشق قمری و سرو	ان کی باتوں کو جانتا ہے تُو
پتے پتے میں ہے پتا تیرا	ڈالی ڈالی کا آسرا ہے تُو
ہے بہ ہر دشت میں جلوہ نما	چشمِ خورشید میں ضیا ہے تُو
مہر تیرے جلال کا مظہر	خاکِ تیرہ کا چاندنا ہے تُو
صاف شام و سحر کے جھونکوں میں	یہ سُنا ہے کہ بولتا ہے تُو
دشت و وادی میں ہے صدا تیری	کوہساروں میں گونجتا ہے تُو
رعد میں سُنتے ہیں تری آواز	برق میں منہ دکھا رہا ہے تُو
دیکھ کر اس جلال و عظمت کو	سب نے مانا کہ کبریا ہے تُو

چشمِ مشتاق کو بصیرت دے
صاف دیکھے کہ جابجا ہے تُو

از اسلامیہ کالج لاہور
محمد شفیع مشتاق